محمد رمضان یوسف سلفی

# تحریک ختم نبوت اور اہل حدیث کی مساعی

1990ء کی دہائی کے آخری سالوں میں جب محترم ڈاکٹر محمد بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ نے ماہنامہ صراط مستقیم (برمنگھم برطانیہ) میں تحریک ختم نبوت پر لکھنا شروع کیا تو کسے خبر تھی کہ یہ موضوع اتنی وسعت اختیار کر جائے گا اور قاموسی نوعیت کا یہ کام کئی ضخیم جلدوں کی شکل میں شائع ہوگا۔ اس وقت سلسلہ تحریک ختم نبوت کا یہ ساتواں حصہ میرے سامنے ہے جس میں تحریک ختم نبوت کے بالکل ابتدائی دور کی تحریری اور تقریری سرگرمیوں کا بیان ہے جو اس دور کی نہایت اہم دستاویزات سے نقل کیا گیا ہے۔ ان دستاویزات میں مولانا عبدالمجید دہلویؒ کی بیان للناس' مولانا عبداللہ شاہجہاں پوریؒ کی شفاء للناس' منشی محمد جعفر تھانیسریؒ کی تائید آسمانی' اور مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۸ اور ۱۲ اور ۱۳ اور ۱۶' اور ۱۷' اور ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ بتاتے ہیں کہ برصغیر ہند میں تحریک ختم نبوت اس وقت شروع ہوئی جب ۱۸۹۱ء کے ابتدائی مہینوں میں مرزا غلام احمد قادیانی کے مثیل مسیح یا مسیح موعود ہونے کا دعوی منظر عام پر آیا۔ اس سے پہلے' جب مرزا صاحب ملفوف انداز میں اپنے نظریات کی تبلیغ کر رہے تھے' مسلمان علماء نجی گفتگو اور دوستانہ خط و کتابت کے ذریعہ انہیں ملحدانہ عقائد سے باز رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ اور چونکہ انہوں نے اپنا تشخص مناظر اسلام کے طور پر اجاگر کیا ہوا تھا اس لئے مسلمان علماء ابتداء میں سخت طرز عمل سے اجتناب کرتے رہے کہ مناظر اسلام کی تنقیص و تردید غیر مسلموں میں نامناسب نتائج کا باعث ہوگی۔ تاہم چند اہل بصیرت ان کے عزائم کو تاڑ کر اسی دور میں اس پر تنقید بھی شروع کر چکے تھے۔ ایسے ہی ایک بزرگ مولانا نور احمد لکھویؒ ہیں جنہوں نے آغاز ۱۸۸۴ء میں مرزا صاحب کو لکھے جانے والے ایک خط میں اپنے خدشات کا اظہار کیا تھا۔ یہ خط دستیاب نہیں ہو سکا تاہم اس کے جواب میں لکھا جانیوالا مرزا صاحب کا خط مکتوبات احمدیہ میں موجود ہے' جسے کتاب ہذا میں نقل کر کے بتایا گیا ہے کہ مولانا نور احمد لکھویؒ نے اپنے خط میں مرزا قادیانی کو' بقول مرزا' کاذب اور مفتری کہا تھا جو انہیں کافر کہنے کے مترادف تھا۔

۱۸۹۱ء میں تحریک ختم نبوت کے باقاعدہ آغاز سے قبل جن بزرگوں نے مرزا صاحب قادیانی کو جرح و تنقید کا

نشانہ بنایا ان میں ایک مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم ہیں۔ جب مرزا قادیانی نے ہندو آریہ کو نشان نمائی کا چیلنج دیتے ہوئے کہا کہ وہ ایک سال تک قادیان میں ان کے پاس آ کر رہیں اور نشان دیکھ لیں، تو مولانا محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ میں مرزا صاحب کو مخاطب کر کے لکھا کہ وہ امور ذیل میں سے ایک امر ضرور اختیار کریں۔

ا)۔ اشتہار کی میعاد میں تخفیف کریں اور بجائے ایک سال، ایک مہینہ یا زیادہ سے زیادہ سال کا ربع (یعنی تین مہینے) میعاد مقرر کریں۔

۲)۔ یہ مناسب نہ سمجھیں تو لوگوں کو اپنے پاس بلانا ملتوی کریں۔ بجائے اس کے ان کو گھر بیٹھے بیٹھے آسمانی نشان دکھانے کی خدا سے التجا کریں۔ اور ایسی صورتوں میں وہ نشان دکھاویں جن کا وہ دور و نزدیک سے مشاہدہ تصدیق کر سکیں۔ مثلاً کسی عظیم الشان کے ایک وقت خاص میں مرجانے یا ایک وقت خاص میں پیدا ہونے کی پیش گوئی کریں اور اس کو بذریعہ عام اخبارات واشتہارات مشتہر کرا دیں۔

۳)۔ یہ نہ ہو سکے..... تو کتاب براہین احمدیہ کے باقی حصے پورے کریں۔ اور اس میں نقلی و عقلی دلائل سے دین اسلام کی تائید عمل میں لائیں۔

یہ تحریر غالباً دسمبر ۱۸۸۵ء کی ہے جو ۱۸۸۶ء کی پہلی سہ ماہی میں اشاعۃ السنہ جلد ۸ کے نمبرے میں شائع ہوئی ہے۔ اس تحریر میں مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب کو مشورہ دیا ہے کہ وہ ادھر ادھر کی باتیں چھوڑ کر براہین احمدیہ کو مکمل کریں، یعنی اسلام کی حقانیت پر اپنے موعودہ تین سو دلائل علمی دنیا کے سامنے پیش کریں۔ اور نشان دیکھنے دکھانے کیلئے طویل مدتیں مقرر کرنا ترک کریں۔ سال بھر کون آ کر قادیان میں رہے گا۔ اور مخالفین کو قادیان میں بلانے کی ضرورت بھی کیا ہے؟ لوگوں کو گھر بیٹھے نشان دکھائے جا سکتے ہیں۔ اور کچھ کر سکتے ہیں تو ایک دو ماہ میں کر دکھائیں۔ یہ تجاویز دراصل ملفوف انداز میں مرزا صاحب پر تنقید تھی اور انہیں براہین احمدیہ کی تکمیل کیلئے کہا گیا۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ مرزا صاحب ساری عمر کچھ نہ کر سکے اور پانچ اور پچاس کے برابر ہونے کا حسابی کلیہ اپنے مریدوں کو عطا کر کے براہین احمدیہ کا مسودہ اپنی بغل میں دبائے قبر میں جا سوئے۔

مکاتیب احمد جلد اول میں مرزا غلام احمد کے ۱۸۸۷ء میں لکھے جانے والے چار خطوط بنام مولانا بٹالوی موجود ہیں جن میں مرزا صاحب نے مولانا کے چند اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ مرزا صاحب کے خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۸۷ء میں مولانا بٹالوی نے درج ذیل معاملات میں مرزا صاحب کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے ان پر تنقید فرمائی ہے۔ ا۔ اسراف۔ ۲۔ مسلمانوں سے براہین احمدیہ کیلئے حاصل کردہ چندے اور پیشگی رقوم کا ذاتی مصارف میں خرچ کرنا۔ ۳۔ ایسی پیشگوئیاں شائع کرنا جن سے مسلمانوں کی ہتک ہوتی ہے۔ اور پیش گوئیاں شائع نہ کرنے کا مشورہ۔ ۴۔ کتابوں میں مخالفین کے بارے میں سخت زبان کا استعمال کرنا۔

مرزا صاحب نے اپنے جوابی خطوط بنام مولانا بٹالوی میں مخالفین کے بارے میں سخت زبان استعمال کرنے کا پہلے تو دفاع کیا ہے اور پھر تسلیم کیا ہے کہ آئندہ ایسا نہیں کرونگا (لیکن پھر بھی باز نہیں آئے) براہین احمدیہ وغیرہ کی قیمت میں آنے والی رقوم کے بارے میں اقرار کیا۔ ہے کہ واقعتاً انہوں نے دیگر مدات میں انہیں استعمال کیا ہے لیکن مولانا بٹالوی کے دلائل سے لاجواب ہو کر کہا ہے کہ آئندہ مجھے کوئی خط نہ لکھیں۔

ڈاکٹر بہاء الدین صاحب بتاتے ہیں کہ ۱۸۹۱ء میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو ستمبر اکتوبر ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی دندناتے ہوئے دہلی میں وارد ہوئے جہاں انہوں نے علماء اسلام کو للکارا۔ اس موقع پر جو بزرگ' مرزا صاحب کے مدمقابل کھڑے ہوئے ان میں ایک مولانا عبدالمجید دہلوی ہیں۔ انہوں نے مرزا قادیانی کے قیام دہلی ستمبر۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کے دوران ان سے مباحثہ کی کوشش کی۔ مرزا صاحب کی طرف سے مایوس ہو کر انہوں نے جناب محمد احسن امروہی قادیانی سے ان کے مسکن بھوپال جا کر ۱۸۹۱ء مباحثہ کی ناکام کوشش کی جس کی روداد انہوں نے بعد ازاں ''بیان للناس'' کے عنوان سے شائع کی جسے زیر نظر جلد میں ہمارے مخدوم ڈاکٹر بہاء الدین نے ملخصاً نقل کر دیا ہے۔ اسی ''بیان للناس'' میں تحریک ختم نبوت کے ایک اور کارکن مولانا سلامت اللہ جیراجپوری سے جناب محمد احسن امروہی کے ۱۸۹۱ء میں مولانا محمد بشیر سہسوانی کی روبکاری میں ہونے والے مباحثہ کا ذکر ملتا ہے جسے ڈاکٹر صاحب نے مختصراً نقل کر دیا ہے۔ نیز بتایا ہے کہ ''بیان للناس'' سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالمجید دہلوی نے حکیم نور الدین بھیروی سے ۱۸۹۱ء میں لاہور میں مباحثہ کی کوشش کی لیکن حکیم صاحب کے انکار کی وجہ سے یہ کوشش ناکام ہوئی۔ نیز مرزا صاحب کے سفر دہلی کے بعد بھی مولانا عبدالمجید نے مرزا صاحب کو مباحثہ کرنے کی دعوت دی تھی اور مرزا صاحب کی فتح کی صورت میں انہیں ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ (یاد رہے کہ ۱۸۹۱ء کا ایک ہزار روپیہ آج کے دور میں کئی لاکھ روپے کے برابر ہے) لیکن مرزا صاحب یہ بھاری پتھر نہ اٹھا سکے۔

زیر نظر تالیف میں جس دوسری کتاب کی تلخیص شامل کی جا رہی ہے وہ ''شفاء للناس'' مصنفہ مولانا محمد عبداللہ شاہجہاں پوری ہے' جو جناب محمد احسن امروہی قادیانی کی ''اعلام الناس'' کے جواب میں لکھی گئی اور ۱۸۹۱ء کے اواخر (۱۳۰۹) میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے لٹریچر کی اہم ترین کتابوں میں سے ہے۔ اور اس میں اس مباحثہ کی چند باتیں بھی مذکور ہیں جو مولانا اسماعیل علی گڑھی نے مرزا صاحب کے دور مجددیت میں ۱۸۸۹ء میں ان سے علی گڈھ میں کیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے منشی محمد جعفر تھانیسری مرحوم کی تائید آسمانی مصنفہ ۱۸۹۲ء کی تلخیص بھی کتاب ہذا میں نقل کر دی ہے۔ تائید آسمانی دراصل مرزا صاحب کے اس دعویٰ کا ابطال تھا کہ برصغیر کے ایک مرحوم بزرگ نعمت اللہ شاہ ولی نے ان کے حق میں پیش گوئی کر رکھی ہے جو ان کے فارسی قصیدے میں موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے قصیدہ مذکور مکمل نقل کر کے حضرت منشی محمد جعفر تھانیسری مرحوم کی زبانی بتایا ہے کہ نعمت اللہ شاہ ولی کے قصیدے سے مرزا صاحب کو فائدہ تبھی حاصل ہو

سکتا ہے جب وہ ۱۸۹۲ء کے بعد مزید ۳۰ سال زندہ رہیں۔ کیونکہ ۱۸۹۲ء میں بقول خود دعوت حق کیلئے مامور ہوئے انہیں دس برس ہو چکے تھے جب کہ نعمت اللہ شاہ کی پیشگوئی کے مطابق انہوں نے دعوی کے بعد ۴۰ سال زندہ رہ کر ۱۹۲۲ء تک دعوت دینا تھی لیکن قدرت خداوندی نے منشی محمد جعفری کی صداقت اور مرزا قادیانی کی بطالت کا ثبوت یوں فراہم کیا کہ مرزا قادیانی ۱۹۲۲ء تک زندہ رہنے کی بجائے ۱۴ سال قبل ۱۹۰۸ء میں چل بسے۔

ڈاکٹر صاحب نے اشاعۃ السنہ کی مذکورہ بالا فائلوں سے ردقادیانیت پر مشتمل بہت سا مواد ملخصاً نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے ردقادیانیت پر بنیادی کام اس وقت کر دیا تھا جب بعد کے معروف کارکنان تحریک ختم نبوت ابھی دور طالب علمی سے گزر رہے تھے۔ مولانا بٹالوی مرحوم نے بالکل ابتدائی دور میں مرزا صاحب کو للکارا۔ ان کے جھوٹ' اور افتراؤں کا جواب دیا۔ علماء حرمین سے فیصلہ کروانے کیلئے مرزا صاحب کو حرمین لے چلنے کی پیش کش کی اور سفر کے اخراجات بھی ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ ساتھ ہی اپنی معیت کا وعدہ بھی دیا کہ اگر مرزا صاحب کو اپنی سلامتی کے بارے میں کوئی خدشہ ہو تو دور ہو جائے' ساتھ ہی پیشین گوئی بھی کر دی کہ تم حرمین نہیں جاؤ گے' مرزا صاحب مولانا بٹالویؒ کی اس پیش گوئی کے بعد ۱۵ سال تک زندہ رہے لیکن حرمین تشریف نہ لے جا سکے۔ ڈاکٹر صاحب بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب کے حرمین نہ جاسکنے کی یہ سب سے پہلی پیش گوئی تھی۔ (جو ۱۸۹۳ء میں ہوئی) کیونکہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کی ایسی ہی پیش گوئی ۱۸۹۸ء میں اور پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی ایسی ہی پیشگوئی ۱۹۰۰ء میں منظر عام پر آئی تھی۔

ماہنامہ اشاعۃ السنہ ہی میں مولانا بٹالوی مرحوم نے ''توفی'' کے معانی کی وضاحت کی اور اس موضوع پر مرزائی چیلنج کا جواب دے کر جوابی چیلنج دیا جس سے' مرزا صاحب زندگی بھر عہدہ برآ نہ ہو سکے اور جو انعامی رقم مرزا صاحب کے لئے رکھی گئی تھی وہ یوں ہی پڑی رہی۔ مرزا صاحب جو ہمہ وقت کشکول ہاتھ میں لئے دو دو چار چار روپے مریدوں سے جمع کرتے رہتے تھے۔ لیکن یہ سینکڑوں روپے' جو ان کی بہت سی ضروریات پوری کر سکتے تھے' چیلنج سے عہدہ برآ نہ ہونے کے سبب حاصل نہ کر سکے۔

۱۸۹۳ء میں مرزا قادیانی کا مباہلہ مولانا عبدالحق غزنوی سے امرتسر میں ہوا تو بعد میں انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں نے تو محمد حسین بٹالوی کو بھی اس موقع پر مباہلے کے لئے چیلنج کیا تھا لیکن اس نے گریز میں عافیت سمجھی۔ اس پر مرزا صاحب کے مریدوں نے مباہلہ سے مولانا بٹالویؒ کے فرار کی خود ساختہ داستان' مشہور کر دی۔ مولانا تک بات پہنچی تو انہوں نے حقائق بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ گریز میں نے نہیں' مرزا صاحب نے کیا ہے۔ میں تو میدان مباہلہ میں موجود تھا' اور میں نے مرزا صاحب کو وہ الفاظ وفقرات بھی تجویز کر دیے تھے جن پر ان سے قسم درکار تھی' لیکن مرزا صاحب نے اس قسم سے انکار کیا۔ نیز ہم تو میدان عیدگاہ (جہاں مباہلہ منعقد ہوا تھا) سے اس وقت واپس آئے تھے جب عیدگاہ کے منتظم نے ہمیں کہا کہ مرزا صاحب جا چکے ہیں اس لئے آپ بھی تشریف لے جائیں۔ یہ داستان جلد ہذا میں نذر قارئین ہوئی ہے۔

مرزا صاحب اور ان کے متبعین فتوی تکفیر کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ جو لوگ تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر سرگرم

ہیں وہ جاہل ہیں، جب کہ مستند اور ثقہ علماء مرزا صاحب کے ساتھ ہیں، اور محمد حسین بٹالوی نے فتویٰ تکفیر پر لوگوں سے دھوکے سے دستخط کروائے ہیں اور اکثر مفتی حضرات نے فتویٰ تکفیر سے رجوع کر لیا ہے۔ مولانا بٹالوی نے قادیانیوں کے ایک ایک افتراء اور مغالطے کی قلعی کھول کے رکھ دی اور مرزا صاحب کے آسمانی فیصلہ، حجت الاسلام اور سچائی کا اظہار نامی کتابچوں کا بھی مفصل جواب دیا جسے ہمارے ڈاکٹر صاحب نے ماہنامہ اشاعۃ السنہ سے ملخصاً نقل کر دیا ہے۔

علاوہ ازیں ڈاکٹر صاحب نے مرزا بشیر احمد کی سیرۃ المہدی، پیر سراج الحق نعمانی کی تذکرۃ المہدی، اور مفتی محمد صادق قادیانی کی ذکر حبیب، اور مکتوبات احمدیہ کی چند روایات پر بھی تبصرہ کیا ہے اور ان کی روشنی میں مرزا صاحب کے فقہی مسلک کی وضاحت، اور اس کی عمر اور موت کا حال بیان کیا ہے۔ نون ثقیلہ کی بحث میں قادیانی پریشانی اور سرگردانی کا ذکر کیا ہے، اور جب مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ آگ ان کی غلام ہے، تو او تاوہ سے انہیں بارود کے ڈھیر پر کھڑے ہو کر مباہلے اور پشاور سے غسل آتش کی دعوت کے آنے کا ذکر ڈاکٹر صاحب نے ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ سے نقل کر کے قادیانیوں کو آئینہ دکھایا ہے۔ نیز شاعر ختم نبوت منشی سعد اللہ لدھیانوی کا منظوم کلام بھی قارئین کی ضیافت طبع کے لئے شامل کتاب کیا ہے۔ اس کے علاوہ کتاب میں اور بھی بہت کچھ ہے جسے اس مختصر تبصرہ میں نشان زد کرنا مشکل ہے۔

کتاب کی کمپوزنگ، کاغذ، طباعت اور جلد بندی کا معیار بہت بلند ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم جناب ڈاکٹر صاحب سے ایک قابل قدر کام لے رہا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی علمی تاریخ کے لٹریچر میں انتہائی گراں قدر اضافہ ہو رہا ہے۔ تحفظ ختم نبوت کے باب میں پرانے اور فراموش شدہ لٹریچر کا احیا بھی ہو رہا ہے اور ہمارے اور آئندہ نسلوں کیلئے رطب و یابس سے پاک مستند اور معیاری لٹریچر بھی وجود میں آ رہا ہے۔ میری خواہش ہے کہ ڈاکٹر صاحب اس سلسلہ کتاب کے سیٹ علماء، خطباء، معروف مدارس دینیہ کے منتہی طلباء، اساتذہ، اور دیگر اہل علم کو تحفہ پیش کریں کیونکہ اتنی بڑی کتاب کو (جس کی آٹھویں جلد بھی شائع ہو چکی ہے) خریدنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست۔

اس تحریر کا اختتام فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری صدر جامعہ سلفیہ بنارس کے ان الفاظ سے کرتا ہوں جو انہوں نے ہمارے ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کی مولفہ تاریخ اہلحدیث جلد دوم (طبع دہلی ۲۰۰۸ء) پر اپنی تقریظاتی تحریر کے اختتام پر لکھے ہیں۔ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری فرماتے ہیں۔

محترم ڈاکٹر (بہاء الدین) کی محنت ہمت و حوصلہ اور جماعت کے لئے انکے اخلاص و فدائیت ہی کی یہ تاثیر ہے کہ ہر طرف سے ان کے کام پر صدائے تحسین و آفرین کیلئے، آخرت میں اجر جزیل کے لئے اور اس عظیم و مفید علمی منصوبہ کی تکمیل کے لئے بصد تضرع و خلوص دعا ہے۔

اللهم احسن له الجزاء، واسبغ عليه نعمة الصحة والعافية، واكرمه في الدنيا والآخره، فانك سميع مجيب.

تحریک ختم نبوت کی اس ساتویں جلد کے صفحات 576 ہیں جبکہ قیمت 350 روپے اس کتاب کو مکتبہ قدوسیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔